علوم الحدیث کا آغاز وارتقاء

(عہدِ نبوی ﷺ تا مقدمہ ابن الصلاح)

محمد وارث علی*

محمد فاروق حیدر**

کتاب اللہ کے بعد حدیث ہمارے لیے حجت اور دلیل ہے کیونکہ اللہ کے کلام کو پوری طرح سمجھنا حدیث نبوی کے بغیر ممکن نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رہنمائی کے لیے آسمانی کتب کو لوگوں کی طرف براہِ راست اتارنے کی بجائے ان کے رسولوں پر نازل فرمایا تا کہ وہ ان کی وضاحت کر دیں اور ان کے لیے احکام الٰہی کا سمجھنا آسان ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے کلام کے ساتھ ہی حدیث نبویؐ بھی وجود میں آگئی۔ حدیث کا لفظ (ح د ث) سے ماخوذ ہے جسکے معنیٰ ہے "نیا" اور جدید یعنی قدیم کا متضاد ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ تعریف سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ حدیث قرآن مجید جو قدیم ہے کے مقابلے میں نیا اور جدید کلام ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں:

المراد بالحدیث فی الشرع مااضیف الی النبی ﷺ کانہ ارید بہ مقابلۃ القرآن لانہ قدیم (۱)"شریعت میں حدیث سے مراد وہ کلام ہے جس کی نسبت رسول مکرم ﷺ کی طرف کی گئی ہو گویا اس سے مراد (وہ کلام) ہے جو قرآن کے مقابل ہے کیونکہ وہ قرآن (کلام) قدیم ہے" اور اصطلاحاً حدیث سے مراد وہ قول واعمال واحوال ہیں جو حضور مکرم ﷺ کی طرف منسوب ہوں۔

علم حدیث کا معنیٰ ومفہوم

علم کا لغوی معنیٰ "جاننا" و "پہچاننا" ہے اور اصطلاحاً "معرفۃ الشی علی حقیقتہ" یعنی کسی چیز کی حقیقت کو جاننا علم کہلاتا ہے، حدیث کا معنیٰ ومفہوم مذکورہ بالا سطور میں گزر چکا اس طرح علم الحدیث کا معنیٰ ہو گا رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال اور احوال کو جاننا جیسا کہ التعریفات میں ہے "ھو علم یعرف بہ اقوال النبی ﷺ

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

** ایم فل سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

واحواله وافعاله(۲) "یعنی علم حدیث سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے نبی رحمت ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال پہچانے جاتے ہیں۔

علم حدیث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ علم حدیث روایۃ ۲۔ علم حدیث درایۃ

علم حدیث روایۃ

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی تعریف ابن حجر کی زبانی یوں بیان کی ہے کہ عِلْمُ الْحَدِيثِ الْخَاصُّ بِالرِّوَايَةِ عِلْمٌ يَشْتَمِلُ عَلَى نَقْلِ أَقْوَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْعَالِهِ، وَرِوَايَتِهَا، وَضَبْطِهَا، وَتَحْرِيرها(۳) علم حدیث روایت کے اعتبار سے ایسا علم ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور اس کی روایت، اس کے ضبط اور الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہوتا ہے۔

علم حدیث درایۃ

اسی طرح علم حدیث درایۃ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ عِلْمُ الْحَدِيثِ الْخَاصُّ بِالدِّرَايَةِ عِلْمٌ يُعْرَفُ مِنْهُ حَقِيقَةُ الرِّوَايَةِ وَشُرُوطُهَا، وَأَنْوَاعُهَا، وَأَحْكَامُهَا، وَحَالُ الرُّوَاةِ، وَشُرُوطُهُمْ، وَأَصْنَافُ الْمَرْوِيَّاتِ، وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا(۴) علم حدیث درایت کے لحاظ سے روایت کی حقیقت اس کی شروط و انواع اور احکام کے ساتھ ساتھ رواۃ کے احوال، ان کی شروط اور مرویات کی اقسام اور اس سے متعلقہ امور کی معرفت حاصل کرنے سے عبارت ہے۔

الکافیجی کے نزدیک

الکافیجی (۵) نے علم حدیث کی جو تعریف نقل کی ہے وہ روایت و درایت دونوں اعتبار سے جامع ہے وہ کہتے ہیں۔فهوعلم يقتدر به على معرفة اقوال الرسول وافعاله على وجه مخصوص كالاتصال والارسال ونحوه او يطلق ايضا على معلومات وقواعد مخصوصة كما تقول فلا ن يعلم الحديث تديربه معلوماته وقواعده(۶) وہ علم ہے جس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کی معرفت ایک خصوصی پہلو سے حاصل ہوتی ہے جیسے اتصال وارسال وغیرہ اور اس کا اطلاق خاص معلومات و قواعد پر بھی ہوتا ہے جیسے تم کہو کہ اس شخص کو حدیث کا علم ہے اور تمہاری مراد اس کی معلومات اور قواعد ہوں۔

عہد نبوی ﷺ میں علوم الحدیث

جس طرح علوم القرآن عہد نبوی ﷺ میں باقاعدہ فن کی حیثیت سے پہچانے نہیں جاتے تھے لیکن ان کا وجود اپنی بنیاد کے لحاظ سے اس دور میں بھی تھا۔اسی طرح علوم الحدیث باقاعدہ فن کی حیثیت تو نہیں رکھتے تھے لیکن اس کی بنیادیں ضرور ہمیں عہد رسالت مآب ﷺ میں ملتی ہیں۔مثلاً جب قرآن مجید کے نزول کا آغاز ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل فرمائی تو آپ ﷺ اس کے نزول کا واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کو بیان فرمایا تو یہ حدیث پاک کی ابتداء ہوئی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سوال جواب میں ارشاد فرمایایَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِين(۷)"اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (بدکردار) کوئی (اہم) خبر لے آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے علمی میں نقصان پہنچاؤ پھر تم اپنے کیے پر پچھتانے لگو"

اس آیت مبارکہ میں سنی سنائی بات پر عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے اور خبر لانے والے کے بارے میں جاننے کا حکم دیا گیا ہے کہ اس کی چھان بین کر کے تصدیق کر لو پھر اس پر عمل کرو۔اگرچہ اس میں واضح طور پر حدیث بیان کرنے والے کے بارے میں تو نہیں بتایا گیا لیکن عام حالات میں کسی بھی اہم بات کی خبر کے بارے میں حکم ہے لہذا احادیث نبوی ﷺ کے حوالے سے اس کی اور بھی اہمیت بڑھ جاتی ہے کیونکہ احادیث پر بہت سے احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے جن پر عمل واجب ہو جاتا ہے۔لہذا اس حوالے سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنّ(۸)

"جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما کر دیکھو"

گویا جب کثرت سے خواتین ہجرت کر کے مدینہ آنے لگیں تو وہ جب یہ کہتی کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور مدینہ رہنے کیلئے آئیں ہیں تو گویا وہ حالت اسلام میں حضور ﷺ کی زیارت کر کے صحابیہ کے منصب پر فائز ہو گئیں۔لیکن پھر بھی ان کے بارے میں آزمائش اور جانچ کرنے کا حکم دیا گیا جس سے یہ بات ثابت ہوتی

ہے کہ اگر کوئی صحابی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کے بارے میں بھی تحقیق کی جا سکتی ہے کہ کیا وہ صحابی ہے یا نہیں اگر اس کے دعویٰ میں شک ہو۔

اس سے ہمیں پتہ چلا کہ جرح و تعدیل کا فن خود قرآن نے بیان کیا ہے اور اس کی بنیاد فراہم کی ہے لہٰذا ان دونوں آیات سے ہمیں اسناد الاسناد کی تحقیق کا اصول ملتا ہے۔ نیز حضور ﷺ نے اس حوالے سے ارشاد فرمایا ہے كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (۹)" آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ دلیل کافی ہے کہ جو کچھ سنے روایت کر دے"

اس حدیث سے بھی روایت حدیث کے حوالے سے سند کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ اس کی تحقیق کی جائے پھر اسے بیان قبول یا رد کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے خود اس بات کا احساس کرتے ہوئے کہ کوئی میری طرف غلط بات منسوب کر سکتا ہے اس کی حوصلہ شکنی کرنے کیلئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّار (۱۰)

"جو شخص جان بوجھ کر میری جانب جھوٹی بات منسوب کرے تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالینا چاہیے"

اس سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی ﷺ میں ہی اس حوالے سے سوچ اور فکر موجود تھی جو رسول پاک ﷺ سے احادیث بیان کرنے کے حوالے سے رہنمائی کرتی ہیں اور ان کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علم حدیث کے فنون عہد نبوی ﷺ میں اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہے تھے جنہیں بعد میں آنے والے وقت میں باقاعدہ فنون کی صورت میں رائج کیا گیا۔

عہد صحابہ میں علوم حدیث

عہد صحابہ میں بھی علوم الحدیث کوئی باقاعدہ فن کے طور پر تو متعارف نہ تھا لیکن عملی طور پر اس کا آغاز عہد رسالت سے زیادہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ عہد رسالت میں تو اس کی زیادہ ضرورت نہ تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور صحابہ براہ راست ان سے استفادہ کر لیتے تھے اختلاف کی صورت میں حضور خود فیصلہ فرما دیتے تھے۔ لیکن عہد صحابہ میں سب سے پہلے جنہوں نے اس حوالے سے کام کیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ امام ذھبی نے اپنی کتاب "تذکرہ" میں لکھا ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

کان اول من احتاط فی قبول الاخبار (۱۱)

"یعنی وہ (حضرت ابو بکر صدیق) پہلے آدمی تھے جنہوں نے احادیث قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا" اس بات کا ثبوت ہمیں امام مالک رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس روایت میں ملتا ہے کہ

"ایک دادی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میراث مانگنے آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں تیرے لیے کچھ حصہ مقرر نہیں اور نہ ہی میں نے رسول للہ ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہے تو واپس چلی جا، میں لوگوں سے پوچھ کر دریافت کروں گا حضرت ابو بکر صدیق نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت موجود تھا میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا کوئی اور آدمی بھی تمہارے ساتھ ہے (جو اس معاملے کو جانتا ہو) تو محمد بن سلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور جیسا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ویسا ہی بیان کیا تو حضرت ابو بکر صدیق نے اس گواہی کی بنیاد پر پوتے کی میراث میں سے اسے چھٹا حصہ دلایا" (۱۲)

اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۳ھ) نے بھی احادیث کی روایت کرنے میں لوگوں کو محتاط رویہ اختیار کرنے کی طرف اشارہ دیا کہ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی استیذان کے بارے روایت پر تحقیق کی اور اس پر گواہی طلب فرمائی ربیعہ بن ابی عبدالرحمان سے روایت ہے کہ انہوں نے بہت سے علماء سے سنا کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۴ھ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب آئے اور تین بار اندر آنے کی اجازت طلب کی جب تینوں بار جواب نہ ملا تو واپس چلے گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا جب وہ آئے تو ان سے کہا کہ آپ اندر کیوں نہ آئے تو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اجازت تین بار لینی چاہیے اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کے علاوہ اور کس نے یہ حدیث سنی ہے؟ اسے (گواہی دینے کیلئے) لے آؤ اگر نہ لاؤ گے تو تمہیں سزا دوں گا۔ حضرت ابو موسی اشعری باہر نکلے اور مسجد میں بہت سے آدمیوں کو ایک مجلس میں بیٹھے

دیکھا جسے "مجلس الانصار" کہتے تھے اور کہامیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اجازت تین بار لینی چاہیے اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ نہیں تو واپس چلے جاؤ۔ میں نے یہ حدیث حضرت عمر سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ کسی اور نے بھی یہ حدیث سنی ہو تو اسے لے آؤ نہیں تو میں آپ کو سزادوں گا اگر آپ میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہو تو میرے ساتھ چلے۔ لوگوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ جائیں وہ سب لوگوں میں کم سن تھے۔ حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ آئے اور یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسی سے کہا کہ میں آپکو جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ نبی کریم ﷺ پر باتیں گھڑلیں گے (۱۳)

گویا عہد عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں احادیث کی روایت کے حوالے سے احتیاط اور ایک روایت کی تائید کی دوسرے صحابی کے ساتھ یعنی اسناد کی تقویت کے حوالے سے کام شروع ہو چکا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو ذکر کر کے علوم الحدیث کے چند قواعد امام ذھبی رحمہ اللہ نے یوں بیان کیے ہیں: هذادليل على ان الخبر اذارواه ثقتان كان اقوى وارجح مما انفرد به واحد و فى ذالك حض على تكثير طرق الحديث لكى يرتقى عن درجة الظن الى درجة العلم (۱۴)

"پس اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کسی حدیث کو دو ثقہ (قابل اعتماد) آدمی روایت کریں تو وہ حدیث منفرد یعنی ایک آدمی کے مقابلے میں زیادہ قوی اور زیادہ قابل ترجیح ہو جاتی ہے اور اس میں لوگوں کو طرق حدیث کی کثرت (یعنی زیادہ سے زیادہ سندیں تلاش کرنے) کی طرف ترغیب دینے کی دلیل بھی ہے تاکہ (کثرت طرق کے سبب) وہ حدیث ظن کے درجہ سے ترقی کر کے علم (یقین) کے درجہ پر فائز ہو جائے"

حضرت فاطمہ بنت قیس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ اُن کے شوہر نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اسے طلاق دے دی تھی اور آپ ﷺ نے اس کیلئے نفقہ اور سکنیٰ مقرر نہیں فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت پوری کرو وہ نابینا آدمی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی بات قبول نہ کی اور فرمایا:

لانترک كتاب ربنا وسنةنبيناالقول امراةلاندرى اصدقت ام كذبت،حفظت ام نسيت(۱۵)

"ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے معلوم نہیں اس نے سچ کہا یا جھوٹ بولا اسے یاد رہا یا وہ بھول گئی"

اس روایت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول روایت میں کس قدر احتیاط کی اور سند کی اہمیت کو واضح کیا کہ ثقہ راوی کی روایات کو قبول کیا جائیگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قبول روایت کے حوالے سے بہت احتیاط کی ہے جب کوئی اُن کے سامنے حدیث روایت کرتا تو وہ اس سے قسم لیا کرتے تھے (۱۶) اور جب خود حدیث بیان کرتے تو بھی قسم کھا کر بیان کرتے اور فرماتے ای ورب الکعبة "یعنی رب کعبہ کی قسم" (۱۷)

چنانچہ امام ذہبی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں

وھوالذی سن للمحدثین التثبت فی النقل وبماکان یتوقف فی خبر الواحد اذاارتاب (۱۸)

"انہوں نے محدثین کیلئے روایت ہی جانچ پرکھ کا طریقہ وضع کیا اور جب انہیں شک ہوتا تو خبر واحد کو قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے"

علوم الحدیث در عہد تابعین ومابعد

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ابتدائی دور میں تحقیق حدیث کیلئے سند کی عدم تفتیش اور بعد میں اس کی تفتیش کے آغاز کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالواسموالنارجالکم فینظرالی اھل السنة فیوخذحدیثھم وینظر الی اھل البدع فلایوخذحدیثھم (۱۹)

پہلے لوگوں سے محدثین اسناد کے بارے سوال نہیں کرتے تھے پھر جب فتنہ نے کہنا شروع کر دیا کہ اپنے راویوں کے نام بتاؤ تاکہ دیکھا جائے کہ جو اہل سنت ہیں ان سے احادیث لی جائیں اور جو اہل بدعت ہیں ان سے نہ لی جائیں۔

یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخری ایام آئے اور لوگوں نے جھوٹی باتیں بنا کر رسول پاک ﷺ کی احادیث کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا تو محدثین کے دلوں میں یہ بات پیدا کر دی گئی کہ وہ اسناد کے بارے تحقیق کریں پھر احادیث رقم کریں۔ (۲۰)

چنانچہ اسی دور میں علوم حدیث کی اصطلاحات حدیث مرفوع موقوف، حدیث متصل اور حدیث مرسل استعمال ہونا شروع ہوئیں البتہ دوسری صدی ہجری میں حضرت عمر بن عبد العزیز (م ۱۰۱ھ) کے دور میں امام المحدثین محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵) نے احادیث کو جمع کرنا اور پھر ان کی تنقیح کے حوالے سے اصول وضوابط طے کرنے کا کام شروع کیا اسی وجہ سے بعض انہیں علم مصطلح الحدیث کا موجد بھی کہتے ہیں۔(۲۱)

پھر اسی صدی کے دوران جہاں دیگر اہل علم نے علوم الحدیث پر کام کیا وہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الرسالہ میں چند اصولِ حدیث بیان کیئے۔

کتاب الرسالہ

کتاب الرسالۃ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰ تا ۲۰۴ھ) کی تصنیف ہے جو اصول فقہ میں اولین مصدر کی حیثیت رکھتی ہے امام صاحب نے یہ کتاب اپنے دور کے ایک گورنر اور عالم عبد الرحمان بن مہدی کے کہنے پر لکھی اس کتاب میں انہوں نے صرف فقہ کے اصول بیان کیے بلکہ ان اصولوں کی وضاحت کے لیے مثالیں بھی پیش کی ہیں کتاب کا اسلوب زیادہ تر مکالمے کی شکل میں ہے جس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف حضرات کے ساتھ اپنا مکالمہ نقل کیا ہے۔

اگرچہ بنیادی طور پر یہ کتاب اصول فقہ کے مباحث پر ہے لیکن کچھ حصے اصول حدیث کے حوالے سے بھی اس میں شامل ہیں مثلاً حصہ سوم سنت کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

اس میں سنت اور حدیث کے حوالے سے بحث کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی حجیت قبول کرنے کی ذمہ داری پر قرآنی دلائل سے حجیت حدیث پر بحث کی ہے روایات میں موجود خامیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ناسخ اور منسوخ روایات کی مثالوں کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے۔

باہم متضاد روایات کے حوالے سے بحث کرکے ان میں قابل ترجیح روایات بیان کی ہیں خبر واحد کے ثبوت کے حق میں دلائل پیش کیئے گئے ہیں۔(۲۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تیسری صدی ہجری میں جب تدوین حدیث کا کام اپنے نقطہ عروج پر پہنچا تو علوم الحدیث کی مختلف اصناف پر کتب تحریر کی گئیں جن میں یحی بن معین البغدادی (۲۳۴ھ) نے

تاریخ رجال۔ محمد بن سعد بن منیع (۲۳۰ھ) نے طبقات اور امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) نے العلل اور الناسخ والمنسوخ جیسی کتب مرتب کیں اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ علی بن المدینی (۲۳۱ھ) نے مختلف فنون پر سو سے زیادہ کتب تحریر کیں۔

علم حدیث کے حوالے سے جس شخصیت نے سب سے پہلے منظم انداز سے تمام اصناف کو یکجا کرتے ہوئے علم مصطلح الحدیث کو مرتب کرنے کا اعزاز حاصل کیا وہ چوتھی صدی ہجری کے عظیم مؤلف قاضی ابو محمد الرمہرمزی (۳۶۰ھ) ہیں ان کے بعد اس طرز پر تصانیف مرتب ہونا شروع ہو گئیں جن میں سے چند اہم تصانیف کا اجمالی تذکرہ ذیل کی سطور میں کیا جاتا ہے۔

ا۔ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی

مصنف کا پورا نام قاضی ابو محمد الحسن بن عبدالرحمان بن خلاد رامہرمزی ہے جو ۳۶۰ھ کو فوت ہوئے۔ اصطلاحات حدیث کے حوالے سے یہ پہلی تصنیف ہے جس میں علم حدیث راوی اور محدث کے آداب، تحمل حدیث اور اداء کے صیغے اور طلبِ حدیث میں نیت، راویوں کا مقام، طالب حدیث کے اوصاف عالی اور نازل سند، طلب حدیث کے لئے سفر اور بالخصوص ایسے لوگوں کا بیان جو اپنے اجداد کے ساتھ منسوب نہیں جن کے نام متفق ہیں یا جو کنیت سے معروف ہو گئے ہیں یہ سب کچھ ضبط تحریر میں لائے ہیں سماع حدیث کی تفصیل بھی بیان کی ہے اور درایت حدیث کی فصل بھی اہمیت کی حامل ہے۔ حاجی خلیفہ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب فن اصطلاح حدیث کے بہت سے مسائل پر حاوی ہے۔(۲۳)

حافظ ابن حجر اور امام ذہبی اس کی تعریف کرتے ہیں ابن حجر لکھتے ہیں "لکنه لم یستوعب" (اس کتاب نے پورا احاطہ نہیں کیا)

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث

امام حاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری (۳۰۱تا۴۰۵ھ) نے اس فن پر دو کتابیں لکھیں

ا۔ معرفۃ علوم الحدیث ۲۔ کتاب العلل۔ ان میں سے زیادہ شہرت حاصل کرنے والی کتاب معرفۃ علوم الحدیث ہے جس میں انہوں نے ۵۲ انواع پر بحث کی ہے جن میں درج ذیل مباحث اہم ہیں:

معرفۃ عالی ونازل ،المسانید،الموقوفات،المنقطع،المسلسل المعضل،المدرج،الصحابہ،تابعین واتباع التابعین،معرفۃ الاکابر،اولادالصحابہ،الجرح والتعدیل،فقہ الحدیث،ناسخ الحدیث ومنسوخہ،مشہور،غریب، مدلسین،علل الحدیث،مذاکرۃ الحدیث،معرفۃ التصحیفات،معرفۃ الاخوۃ والاخوت،انساب المحدثین،القاب المحدثین اور جماعۃ من الرواۃلم یحتج بحدیثھم۔

امام ابن حجر عسقلانی نے لکھاہے

لکنہ لم یھذب ولم یرتب(نہ تواس کتاب کی تہذیب کی گئی ہے نہ اسے ترتیب دیا گیاہے)(۲۴)

۳۔ المستخرج

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی(۳۳۶تا۴۳۰ھ)نے حدیث کی اصطلاحات جو امام حاکم سے رہ گئیں تھیں یاوہ مسائل جوان سے رہ گئے تھے اپنی اس کتاب المستخرج میں جمع کرنے کی کوشش کی۔

امام ابن حجر عسقلانی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں ابقی اشیاء للمتعقب(یعنی انہوں نے آنے والوں کے لیے اس کتاب میں بہت سی چیزیں ادھوری چھوڑی ہیں)(۲۵)

اس سے پتہ چلتاہے کہ یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی اور بہت سی چیزیں تشنہ رہ گئی ہیں۔

۴۔ الکفایہ فی اصول علم الروایہ

امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۲ھجری کو پیداہوئے اور ۴۶۳ھجری کو وفات پائی۔مذکورہ کتاب اس عظیم محدث کی نہایت اہمیت کی حامل تصنیف ہے اور اپنے فن کے مسائل پر حاوی ہے اس کتاب کے اہم مندرجات کچھ یوں ہیں اہمیۃ الحدیث ،قرآن کی سنت میں تخصیص،خبر متواتر،اخباراحاد،راوی کے حالات کی جانچ پڑتال اور تذکیہ وتقویٰ،عدالت صحابہ،صحابہ کی پہچان،صحبت سماع صغیر،صفاتِ محدث،جرح وتعدیل،اس آدمی کی حدیث کی حکم جو حدیث رسول ﷺ کے علاوہ جھوٹ بولتاہو۔اہل بدعت سے روایت لینے کاحکم احادیث احکام میں تشدد،ایسے راوی جن کی روایت کو رد کیاجائے۔روایت باللفظ اور روایت بالمعنی کاحکم،سماعِ حدیث کے طریقے،انواع الاجارہ،تدلیس کے احکام مرسل کا حکم،خصوصاًمرسل سعید بن المسیب اور حدیث کی کتب میں استعمال ہونے والے بعض الفاظ کاذکراس کتاب میں عام طورپر سند کے ساتھ روایات بیان کی گئی ہیں۔

حافظ ابن حجر، خطیب بغدادی کے بارے لکھتے ہیں

وقل فن من فنون الحدیث الاوقد صنف فیه کتابامفرداً(۲۶)

مصطلح الحدیث کے ہر فن میں خطیب نے مستقل کتاب لکھی شاید ہی کوئی فن رہ گیاہو۔الغرض بہت جامع کتاب لکھی گئی ہے جس میں تقریباً فن حدیث کی سب اصطلاحات بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۵۔ الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع

یہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کے حوالے سے دوسری کتاب ہے جس میں راوی اور محدث کے آداب تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

راوی اور سامع کے اخلاق شریفہ ،اہل خانہ کے لیے رزق حلال سے کسب،علم حدیث کے لیے ترک تزویج،اسناد عالی اساتذہ کا انتخاب،حدیث کی طلب میں جلدی،محدث کے پاس جانے کے آداب،تعظیم محدث ،ادب سماع ،ادب سوال محدث ،محدث سے حفظ کی کیفیت ،تدوین حدیث،آلات نسخ،ایسے آدمی کوحدیث سنانے کی ممانعت جو نہ چاہتاہو،محدث کاطلباء کی عزت کرنا،محدث کابادشاہوں کے اموال کی قبولیت سے بچنا،حدیث بیان کرتے وقت آداب زیب وزینت وغیرہ،محدث کا گفتگو میں ہمیشہ سچ بولنا،محدث کا اپنے حفظ سے بیان کرنا،شاگرد کامحدث کی تعریف کرنا،حدیث بیان کرتے وقت ابتدامیں آداب،علم حدیث کے لیے سفر کرنا،حفظ حدیث کی ترغیب اور مذاکرہ وغیرہ۔

ابن حجر لکھتے ہیں:کل من انصف علم ان المحدثین بعد الخطیب عیال علی کتبه(۲۷)یعنی ان کے بعد حدیث کے حوالے سے لکھنے والے خطیب کی کتابوں کے محتاج ہیں۔

۶۔ الالماع الی معرفۃ اصول الروایہ وتقیید السماع

قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی ۴۷۶ ھجری کو پیدا ہوئے اور ۵۴۴ھ میں فوت ہوئے۔(۲۸)علم حدیث کے حوالے سے الالماع بہت مفید کتاب ہے جس میں فاضل مصنف نے،معرفۃ ضبط تقیید السماع والروایات،درایت،طلب علم حدیث کاوجوب علم حدیث کی فضیلت،علم حدیث رکھنے والے کی فضیلت،طالب حدیث کے آداب،سماع اور اس کے آداب،طلب حدیث میں اخلاص نیت،انواع اخذ

ونقل،روایت کی اقسام الوصیۃ بالکتاب،خط،تقیید الضبط والسماع،الکتابہ،روایت باللفظ اور روایۃ بالمعنی جیسے موضوعات پر بحث کی ہے

۷۔ مالایسع المحدث جھلہ

ابو حفص عمر بن المجید المیانجی ۵۸۱ ھجری میں فوت ہوئے اور اپنے وقت کے بہت بڑے مشہور محدث تھے۔انہوں نے ائمہ حدیث پر یہ نہایت جامع اور مختصر کتاب تحریر کی جس میں پہلے علم کی فضیلت پر احادیث لکھی ہیں پھر علم حدیث کی فضیلت پر بحث کی ہے علم حدیث کی کتابت احادیث کی روشنی میں پھر حدثنااور اخبرناکافرق بیان کیاہے اور اس کے بعد اجازہ اور مناولہ کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے ایک باب اللحن قائم کیااس کے بعد باب من یروی عنہ ومن لایروی عنہ ہے۔(۲۹)

۸۔ انواع علوم الحدیث

ساتویں صدی ھجری کے عظیم محدث قاضی القضاہ احمد بن خلیل بن سعادۃ ۶۳۷ھ کو فوت ہوئے انہوں نے انواع علوم الحدیث تحریر کی جو علم حدیث کی مختلف انواع پر مشتمل ہے۔

۹۔ علوم الحدیث المعروف مقدمہ ابن الصلاح

امام ابوعمرو عثمان بن الصلاح الشہرزوری ۵۷۷ھ کو پیدا ہوئے اور ۶۴۳ھ کو وفات پائی۔(۳۰)انکی یہ کتاب علوم الحدیث المعروف مقدمہ ابن الصلاح بہت مقبول کتاب ہے فاضل مصنف نے خطیب بغدادی اور دیگر اہل علم کی تصانیف میں موجود علوم الحدیث کو اپنی اس کتاب میں جمع کر دیاہے اس لئے اسے جامع المتفرقات سمجھاجاتاہے اس لیے یہ بہت جامع کتاب ہے اس میں علوم حدیث کی تمام انواع واقسام کاذکر موجودہے فاضل مصنف اپنی اس کتاب میں ۶۵انواع کوذکر کرتے ہیں جن میں سے درج ذیل زیادہ معروف ہیں۔(۳۱)

مقدمہ ابن الصلاح کی انواع

صحیح ،حسن ،ضعیف،المسند،معضل،مرفوع،موقوف مقطوع،مرسل،منقطع،متصل،تدلیس، معضل،حکم مدلس،شاذ،منکر،الاعتبار،المتابعات،الشواہد،زیادات الثقات، مفرد،معلل،مضطرب،مدرج موضوع،مقلوب، کیفیۃ السماع،انواع الاجارۃ،کتابۃ الحدیث ، کیفیۃ روایۃ الحدیث،معرفۃ آداب المحدث،

آداب الطالب ،عالی النازل، مشہور، غریب، عزیز، غریب الحدیث، مسلسل، ناسخ ومنسوخ، مصحف، مختلف الحدیث، معرفۃ الصحابہ، معرفۃ الاسماء والکنی، القاب المحدثین، المو تلف والمختلف، المبہمات ،معرفۃ الثقات، معرفۃ الضعفاء، معرفۃ اوطان الرواۃ وغیرہ،روایۃآباءعن الابناءعکس ذلک نباء من الاباء-اشتراک فی الروایۃ عنہ راویان متقدم ومتاخرلم یروی عنہ الاراوواحد۔(۳۲)

ابن حجر عسقلانی مقدمہ ابن الصلاح کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ابن الصلاح جب مدرسہ اشرفیہ میں منصب تدریس حدیث پر فائز کیے گئے تو انہوں نے معروف کتاب "مقدمۃ" تالیف کر کے اس میں فنون حدیث کی اچھی تنقیح کی لیکن چونکہ یہ کتاب حسب ضرورت وقتاً فوقتاً لکھی گئی تھی اس لئے اس کی ترتیب مناسب انداز پر نہ ہو سکی۔

مقدمہ ابن الصلاح کی اہمیت کے پیشِ نظر بہت سے اہل علم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس شرح یا اختصار یا نظم کے حوالے سے معروف ہوئے۔

مقدمہ ابن الصلاح کی شروحات

امام بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ ۷۹۴ھ نے مقدمہ ابن الصلاح کی شرح اس عنوان سے لکھی "النکت علی مقدمہ ابن الصلاح" حافظ زین الدین عبد الرحیم العراقی (۸۵۲ھ) نے بھی مقدمہ ابن الصلاح کی تشریح وتعبیر التقیید والایضاح لما اطلق وغلق من کتاب ابن الصلاح کے عنوان سے تحریر کی جو پہلے حلب پھر مصر میں المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ کے ذریعے اشاعت پزیر ہوئی۔علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "النکت علی ابن الصلاح" تالیف کی جو دو جلدوں میں ۱۹۸۴ء میں مدینہ منورہ سے شائع ہوئی۔

حافظ عمر بن ارسلان البلقینی نے محاسن الاصلاح فی تضمین کتاب ابن الصلاح کے عنوان سے اس کی شرح لکھی جو قاہرہ میں دار الکتب العلمیہ نے شائع کی۔(۳۳)

مقدمہ ابن الصلاح کی تلخیصات

امام یحی بن شرف النووی (۶۷۶ھ) نے ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق کے نام سے مقدمہ ابن الصلاح کا اختصار کیا جو نورالدین العتر کی تحقیق کے ساتھ دمشق میں ۱۹۸۸ء میں چھپ چکا ہے۔پھر امام نووی نے ہی اس کی مزید تلخیص کی اور التقریب والتیسیر الی حدیث البشیر النذیر کے نام سے

مرتب کی مکتبہ خاور لاہور نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔ پھر بدرالدین ابن جماعہ (۷۳۳ھ) نے المنهل الدوی فی الحدیث النبوی کے نام سے مقدمہ ابن الصلاح کا اختصار لکھا جس میں اپنی طرف سے اضافہ جات بھی کئے یہ کتاب محی الدین عبدالرحمان رمضان کی تحقیق کے ساتھ دمشق سے ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء میں چھپ چکی ہے۔ امام عمادالدین ابن کثیر ۷۷۴ھ نے مقدمہ ابن الصلاح کا اختصار، اختصار علوم الحدیث کے نام سے تحریر کیا۔ بعض مفید اضافے بھی کیے الشیخ احمد محمد شاکر نے اس کی شرح الباعث الحثیث لکھی جو شائع ہو چکی ہے۔

امام حسین بن محمد شرف الدین الطیبی نے الخلاصۃ فی معرفۃ اصول الحدیث تحریر کی جس میں مقدمہ ابن الصلاح کا خلاصہ پیش کیا جو صبحی سامرائی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۷۱ء میں بغداد سے شائع ہو چکی ہے۔

عمر بن علی احمد الانصاری المعروف ابن ملقن (۸۰۲ھ) جو فقہ اور حدیث کے ماہر تھے انہوں نے ابن الصلاح کا خلاصہ "المقنع" کے نام سے تحریر کیا(۳۴) کچھ اہل علم نے اس کتاب کو نظم کی صورت میں پیش کیا جن میں حافظ اللسخاوی (۹۰۲ھ)امام جلال الدین سیوطی(۹۱۱ھ)حافظ عبدالرحیم عراقی، ابراھیم بن عمر البقاعی (۷۷۵ھ) کے نام قابل ذکر ہیں (۳۵)۔

خلاصہ بحث

اس بحث سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ علوم الحدیث کا آغاز عہد نبوی ﷺ میں ہی ہو گیا تھا البتہ اس پر فن کی حیثیت سے اطلاق بعد کے ادوار میں ہوا پہلے مختلف فنون کی کتب میں اس علم پر بحث ہوتی رہی جس کی مثال امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب "الرسالۃ" کی صورت میں ہمارے ہاں موجود ہے کہ اس میں علوم الحدیث کے مباحث موجود ہیں لیکن اس فن پر باقاعدہ کتب تحریر کرنے کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں ہوا جب قاضی ابو محمد الرامہرمزی (۳۶۰ھ) نے المحدث الفاصل بین الراوی والواعی تحریر کی جس میں علوم الحدیث سے متعلقہ مباحث شامل کیں پھر اس پر مسلسل کتب تحریر کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا یہاں تک کہ اس حوالے سے مقدمہ ابن الصلاح کی صورت میں اہم پیش رفت ہوئی اور اس کتاب کو اہل علم نے اپنی توجہ کا مرکز بناتے ہوئے کسی نے اس کی تشریح وتوضیح کی اور کسی نے اس کی تلخیصات پیش کیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ السیوطی، عبد الرحمان، جلال الدین، **تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی**، دار طیبہ، الریاض، ج۱، ص۲۳

۲ ۔الجرجانی، میر شریف، **التعریفات**، ص۶۵

۳ ۔السیوطی، **تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی**، ج۱، ص۲۳

۴ ۔ایضا

۵۔انکا اصل نام: محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود الرومی الحنفی محی الدین ابو عبد اللہ الکافیجی ہے ان کا وصال ۸۷۹ھ میں ہوا (مقدمۃ المختصر)

۶ ۔الکافیجی، **المختصر فی علم الاثر**، مخطوطہ مکتبہ الرشد، الریاض، ۱۴۰۷ھ، ص۲۰

۷ ۔الحجرات ۴۹ : ۶

۸ ۔الممتحنۃ ۶۰:۱

۹ ۔ مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، نور محمد اصح المطابع، کراچی، مقدمہ، ص۳۷

۱۰ ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، دار الفکر، بیروت، ج۱، ص۳۵

۱۱ ۔الذہبی، ابو عبد اللہ عثمان، **تذکرۃ الحفاظ**، حیدر آباد، دکن، ۱۹۵۵، ج۱، ص۲

۱۲ ۔مالک، انس بن مالک، **موطاء**، کتاب الفرائض، باب میراث الجدۃ، ص۳۸

۱۳۔ ایضاً، کتاب الجامع، باب الاستیذان، ص۵۶

۱۴۔الذہبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ج۱، ص۱۰

۱۵۔ مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب الطلاق، باب المطلقہ البائن رقم الحدیث، ۳۷۱۰

۱۶۔الذھبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ج۱، ص۶

۱۷۔ابو داؤد، **السنن**، رقم الحدیث ۴۷۶۳

۱۸۔الذھبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ج۱، ص۶

۱۹۔ مسلم، **الجامع الصحیح**، مقدمہ باب بیان ان الاسناد من الدین

۲۰۔نعمت اللہ، مولانا، **نعمۃ المنعم**، اردو شرح مقدمہ مسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص۸۸

۲۱۔مبارکپوری، محمد بن عبد الرحمان، **تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی**، دار الفکر، بیروت، ص ۲-۳

۲۲۔امام شافعی، محمد بن ادریس، **کتاب الرسالۃ**، المکتبۃ الجلیٰ، مصر، ۱۹۴۰، ص۱۳

۲۳۔حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبد اللہ، **کشف الظنون**، عن اسامی الکتب والفنون،دارِاحیاء التراث العربی بیروت،۱۹۴۱،ص ۱۶۲۲

۲۴۔ابن حجر عسقلانی، **نذھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر**، الصباح، دمشق ۱۹۹۲ء، ص ۳

۲۵۔ایضاً، ص ۳

۲۶۔ایضاً، ص ۴

۲۷۔ایضاً، ص ۳

۲۸۔ابن خلکان، **وفیات الاعیان**، ج ۱، ص ۳۶۲

۲۹۔ابن حجر، **نذھۃ النظر**، ص ۴

۳۰۔ایضاً، ص ۳۶

۳۱۔ایضاً

۳۲۔ابن صلاح، عثمان بن عبد الرحمان، **مقدمہ ابن الصلاح**، دار الفکر، دمشق ۱۹۸۴، ص ۵

۳۳۔علوی، خالد، ڈاکٹر، **اصول الحدیث**، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۱ء، ج ۱، ص ۲۶

۳۴۔ایضاً، ج ۱، ص ۲۸

۳۵۔ایضاً، ج ۱، ص ۲۸، ۲۹